حکمتِ دعوت وتبلیغ ......ارشاداتِ نبویؐ کی روشنی میں

محسنہ منیر*

دعوت وتبلیغ فرائضِ نبوت میں سے اہم ترین فریضہ ہے جو بابِ نبوت بند ہونے کے بعد امتِ مسلمہ کوتفویض کیا گیا ہے۔ امتِ مسلمہ کوقرآن وحدیث میں اس بارے میں واضح حکم دیا گیا ہے کہ ان میں سے ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے۔ جولوگوں کونیکی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے۔

درحقیقت اگر رب کائنات کومنظور ہوتا تو اس زمین پر تمام انسان مومن ہوتے مگر مشیتِ الٰہی نے ایسا نہ چاہا اور انسانوں کواختیار دیا کہ وہ اپنا طریقِ زندگی اپنے اختیار سے چنیں۔ البتہ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ایک گروہ انسانوں کا ایسا بھیجا جوانہیں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ راستے سے آگاہ کرتا رہے۔ یہ گروہ انبیاء ورسل علیہم السلام کا تھا جن کے پیروکاروں میں سے بھی ہمیشہ ایک جماعت ایسی موجود رہی جو امتیوں کوانبیاء ورسل کے لائے ہوئے پیغام کو یاد کرواتی رہی۔ یہاں تک کہ امتِ محمدیہ کو یہ خاص ہدایت کی گئی کہ وہ فریضۂ دعوت وتبلیغ ہمیشہ انجام دیتی رہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عن حذيفة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال والذى نفسى بيده لتأمرن بالمعروف و لتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا من عنده ثم لتدعنه فلا يستجيب لكم"(١)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے اہل ایمان) قسم اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم پر لازم ہے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (اگر ایسا نہ کروگے) تو عنقریب اللہ اپنے پاس سے تم پر ایسا عذاب لائے گا کہ پھر تم اس کو دعا کے لیے پکاروگے اور تمہیں جواب نہ دیا جائے گا۔"

فریضۂ دعوت وتبلیغ کی انجام دہی ساری بنی نوع انسان کی بقا اور سلامتی کی ضامن ہے۔ دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے انسان کی فلاح اسی فریضے کی انجام دہی میں مضمر ہے۔ دینی لحاظ سے یوں کے اگر انسان دین سے لحظہ بہ لحظہ دور ہوتے چلے جائیں یہاں تک کہ اپنے رب کوفراموش کر بیٹھیں تو ان کی اخروی فلاح ممکن نہ رہے گی۔ اور دنیاوی لحاظ سے اس طرح کہ ایسا انسانی معاشرہ جس میں جھوٹ، چوری، زنا اور اس جیسی دیگر برائیاں دن بدن بڑھتی چلی جائیں اور انسانوں کو ان سے روکنے والا کوئی نہ ہوتو ایسا معاشرہ خود انسان کے رہنے کے قابل نہ رہے گا بلکہ ایک حیوانی معاشرہ بن جائے گا جس کا وجود ہی اس کرۂ ارض پر ایک ناسور کی مانند ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی فرض فرمائی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر انسانوں کوایک دوسرے کا مددگار، حمایتی اور خیرخواہ بنا کر بھیجا ہے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"...... ولينصر الرجل أخاه ظالما أو مظلوما إن كان ظالما فلينهه فإنه له نصر وإن كان مظلوما فلينصره"(۲)

''اور آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ ظالم ہو یا مظلوم اگر وہ ظالم ہے تو اسے (ظلم کرنے سے روکے) اور اگر مظلوم ہے تو (مصیبت سے نکلنے کے لیے) اس کی مدد کرے۔''

یہ انسانی فطرت ہے کہ اس کے سامنے اگر کوئی دوسرا انسان تکلیف میں مبتلا ہے یا برائی کی جانب بڑھ رہا ہے تو وہ ضرور آگے بڑھ کر اس کی مدد کرتا ہے جیسا کہ سورۃ الکھف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے ایک نیک بندے کی ہمراہی میں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندے نے خلافِ عادت انسانی چند افعال ایسے انجام دیے جو بظاہر انسانی بقا و فلاح کے خلاف تھے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود خاموش رہنے کا وعدہ کرنے کے احتجاجاً بول اُٹھے۔(۳)

اسی طرح امتِ مسلمہ کا کردار جو اس کے رب کو مطلوب ہے وہ یہی ہے کہ وہ برائی کو دیکھ کر خاموش نہ رہے بلکہ اس کے خاتمے کے لیے تگ و دو کرے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطيع فبلسانه فإن لم يستطيع فبلقبه وذلك أضعف الإيمان۔"(۴)

''تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے یہ سب سے کم درجے کا ایمان ہے۔''

یہ تو ہے انسان کا عمل مگر اللہ تعالیٰ اپنے عمل میں آزاد ہے وہ چاہے تو انسان کو اس کے عمل میں کامیاب کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ اسی طرح داعی کی دعوت کو سامع قبول کرتا ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے جیسا کہ اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ٥ إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ﴾(۵)

''شاید آپ اس رنج میں گھل گھل کر جان دے دیں گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک ایسی نشانی اُتار دیں کہ اس کے آگے ان کی گردنیں جھک جائیں مگر ہم ایسا نہیں کرتے۔''

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ میں جو اصول بیان ہوا ہے اس میں پوشیدہ یہ فلسفہ ہے کہ ایمان لانا ایسی تسلیم و رضا کے ساتھ مشروط ہے جو ایمان بالقلب اور اقرار باللسان دونوں کا مجموعہ ہو۔ جبراً اگر کسی کو ایمان لانے کے لیے راضی کر بھی لیا جائے تو اس سے وہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا جو کسی مخلص اور خیر خواہ کے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے سے ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام دعوت و تبلیغ کا اصل الاصول یہ بتاتا ہے:

﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ (۶)

''دین میں جبر نہیں۔''

دین اسلام ایک ایسا کھلا راستہ ہے جس پر چلانے کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ دوسرے انسان پر جبر کرے۔اسی طرح یہ حق بھی کسی انسان کو نہیں دیا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو یہ دین اختیار کرنے سے روکے۔

اسلامی دعوت کا دوسرا اصول اس حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے:

"بشّرا ولا تنفرا یسرا ولا تعسرا۔"(۷)

''خوش خبری دینا اور نفرت نہ دلانا۔آسانی پیدا کرنا اور تنگی پیدا نہ کرنا۔''

ایسی دعوت وتبلیغ جو منکرِ اسلام کو قبولِ اسلام کی جانب مائل کردے وہ سامع پر اسلام کی حقانیت آشکار ہوجانے پر کامیابی سے ہم کنار ہوتی ہے۔اور وہ دعوت وتبلیغ جو برائی کو ترک کرکے نیکی کو شعار بنانے کے لیے کی جاتی ہے اس کے لیے داعی کا عملی نمونہ حیات درکار ہوتا ہے۔عقیدہ کی تبدیلی ہو یا عمل کی تبدیلی دونوں کے لیے تبلیغ کا بنیادی اصول بشرا ولا تنفرا یسرا ولا تعسرا ہے۔داعی جو عملی نمونہ اپنے مخاطبین کے لیے پیش کرتا ہے اس میں استقامت اور مداومتِ عمل کا ہونا شرط ہے۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی دھمکیوں اور لالچ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت فرمائی تھی وہ یہ تھی:

﴿لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾ (۸) اور ﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَکُمْ اَعْمَالُکُمْ﴾ (۹)

گویا اپنی نیک روش پر ثابت قدمی سے ڈٹے رہنا اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ داعی حق کی دعوت دے رہا ہے اور ذاتی اغراض سے ہٹ کر بے لوث فریضۂ دعوت وتبلیغ انجام دے رہا ہے۔داعی خود اپنے کردار اور عمل میں کس قدر حق پر ہے یہی در اصل اس کی دعوت کے پھلنے پھولنے اور اسے کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے ضروری ہے۔

اس معاملے میں ہمارے پاس عملی نمونہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور آپؐ کے ارشاداتِ عالیہ ہیں۔آپؐ عمل کے لحاظ سے انسانِ کامل تھے اور آپؐ کے ارشادات میں ہمیں بے عمل عالم کی سزائیں بھی بتائی گئی ہیں اور باعمل عالم کے بارگاہِ الٰہی میں بلند درجات بھی بتائے گئے ہیں۔آپؐ نے ریاکار داعی کے برے انجام سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یؤتی بالرجل یوم القیٰمة فیلقی فی النار فتندلق أقتاب بطنه فیدور بها کما یدور الحمار بالرحی فیجتمع إلیه أهل النار فیقولون یا فلان مالك؟ ألم تکن تأمر بالمعروف وتنهی عن المنکر؟ فیقول بلی قد کنت آمر بالمعروف ولا آتیه وأنهی عن المنکر وآتیه۔" (۱۰)

''قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا پھر وہ جہنم میں ڈالا جائے گا اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئیں گی وہ ان کو لیے ہوئے گدھے کی طرح جو چکی پیتا ہے چکر لگائے گا اور جہنم والے اس کے پاس اکٹھے ہوں گے اس سے پوچھیں گے اے فلاں کیا تو اچھی بات کا حکم نہیں کرتا تھا اور بری بات سے منع نہیں کرتا تھا۔ وہ کہے گا میں تو ایسا کرتا تھا لیکن دوسروں کو اچھی بات کا حکم کرتا اور خود اس پر عمل نہ کرتا اور دوسروں کو بری بات سے منع کرتا اور خود اس سے باز نہ رہتا۔''

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا پیغام قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہے۔ آپؐ پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو خیر امم کہا اور ارشاد فرمایا:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ﴾ (۱۱)

''یعنی تم خیر امت ہو جو لوگوں میں سے چنے گئے ہیں (کیونکہ) تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (۱۲)

''اور تم میں سے ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے جو بھلائی کی دعوت دیتا ہو، نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہو۔''

گویا دعوت و تبلیغ فرض کفایہ ہے اگر امت میں سے ایک گروہ یہ فریضہ سرانجام نہ دے رہا ہو تو سب ہی گناہ گار ہوں گے۔

قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و تبلیغ کا جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ یہ ہے:

﴿اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (۱۳)

''یعنی (لوگوں کو) اپنے رب کے راستے پر بلانے کے لیے حکمت، عمدہ نصیحت اور مجادلۂ حسنہ سے کام لیجیے۔''

حکمت، عمدہ نصیحت اور مجادلۂ حسنہ یہ تین بنیادی اصول رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق دعوت میں امتِ مسلمہ کے لیے بطور نمونہ موجود ہیں۔ در حقیقت دعوتِ اسلام کے دو پہلو ہیں: ایک عباداتی یا اعتقادی پہلو دوسرا معاملاتی پہلو۔

اعتقادی پہلو جس میں مخاطب کو عقائدِ اسلام سے اس طرح روشناس کرانا ہوتا ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں سے اس پر یقین و ایمان رکھے۔ جبکہ معاملاتی پہلو میں مخاطب کو خود اس کے اعضاء کے ساتھ انجام دینے جانے والے قلیل سے قلیل تر عمل میں بھی دیانت داری اختیار کرنے کی جانب راغب کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں پہلوؤں میں درجۂ کمال حاصل کرنے کے لیے تگ و دو کرنا ہی ایک مسلمان کا مقصدِ حیات ہوتا ہے تا کہ وہ رضائے الٰہی کی عظیم کامیابی کو

پا سکے۔ داعی کے لیے بھی یہی منزل کامیابی کی ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے داعی کو جو طریقہ کار اپنانے کی ہدایت کی گئی ہے اس میں حکمت، عمدہ نصیحت اور مجادلۂ حسنہ شامل ہیں۔ دعوتِ حق کے داعی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی دعوت کی یقینی کامیابی کا دعویٰ کرے نہ ہی داعی کی دعوت برحق ہونے کی یہ علامت قرار دی جاسکتی ہے کہ اس کی دعوت کامیابی سے ہم کنار ہوئی یا نہیں۔ بعینہٖ دعوتِ حق میں راست روی یا حقانیت کی یہ علامت نہیں ہے کہ دنیاوی خزانے داعی یا دعوت کو قبول کرنے والوں کے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں عصر حاضر میں بھی یہی اصولِ تبلیغ و دعوت موجود ہے جیسا کہ عہدِ نبویؐ میں تھا کہ داعیٔ حق یا سالکِ حق کا دنیاوی لحاظ سے کامیاب ہونا یا ناکام ہونا اس کے برحق ہونے کے لحاظ سے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کے برعکس صراطِ مستقیم کی دعوت دینے والے داعی و مبلغ کے برحق ہونے کی دلیل اس کا پابندِ شریعت ہونا ہے۔ مشرک، کافر، بدعہد اور حلال وحرام میں تمیز نہ رکھنے والا کبھی بھی تائید ایزدی کو نہیں پا سکتا۔ ایسا داعی ہوسکتا ہے کہ کسی دنیاوی غرض کے لیے دعوت وتبلیغ کی راہ اختیار کیے ہوئے ہو۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عام کردہ دعوت کی حکمت دنیاوی طریقۂ دعوت سے جدا طور کی حامل ہے۔ دنیاوی اغراض و مقاصد اور ان کے حصول کے لیے کی جانے والی کاوشیں اس طرح ہوتی ہیں کہ بڑھ چڑھ کر محافل منعقد کی جاتی ہیں۔ نیک نامی کے لیے تگ و دو کی جاتی ہے، شہرت کی بلندیوں کو چھونے کے لیے پاپڑ بیلے جاتے ہیں لیکن دعوتِ اسلامی اس سے جدا طور کی حامل ہوتی ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپؐ جب بھی کفار کو دعوت دین دیتے تو کلامِ الٰہی کی تلاوت فرماتے جس کی تاثیر سے ماحول معطر ہو جاتا۔ (۱۴) اس روشن چراغ سے پھوٹنے والی کرنوں سے ماحول منور ہو جاتا اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کی مانند سامعین کے قلوب و اذہان تازگی پاتے۔ یہ حقیقت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام پاک سن کر کفارِ مکہ نے سمجھ بھی لیا اور پہچان بھی لیا کہ یقیناً یہ انسانی کلام نہیں اور اس کا لانے والا اور خود یہ کلام دونوں برحق ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے اسے قبول نہ کیا جس کی وجہ کتبِ تاریخ میں یہ ملتی ہے کہ کہیں بنو عبد مناف ان سے شرف وعزت میں سبقت نہ لے جائیں۔ السیرۃ النبویۃ میں ابو جہل کا درج ذیل بیان نقل کیا گیا ہے:

"ماذا سمعت؟ تنازعنا نحن و بنو عبد مناف الشرف اطعموا فاطعمنا وحملوا فحملنا واعطوا فاعطينا حتى اذا تحاذيبنا على الركب وكنا كفرسى رهان قالوا منا بنى يأتيه الوحى من السماء فمتى ندرك مثل هذه والله لا نؤمن به ابدا ولا نصدقه۔" (۱۵)

"میں نے کیا سنا؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اور بنو عبد مناف کا جھگڑا اس بات پر تھا کہ قوم کا سردار کون ہے؟ اس شرفِ سیادت کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے بھی اپنے دستر خوان کو وسیع کیا اور ہر غریب مسکین کو کھانا کھلایا اور ہم نے بھی۔ انھوں نے بھی لوگوں کے بوجھ اٹھائے اور ہم نے بھی انھوں نے بھی لوگوں کو دیا اور ہم نے بھی اور جب ہم مقابلہ کے دو گھوڑوں کی مانند ہو گئے تو انھوں نے اچانک اعلان کر دیا کہ ہم میں سے ایک شخص نبی

ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے ہم یہ دعویٰ کیسے کر سکتے تھے۔ بخدا ہم تو اس پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے۔''

کفار کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ دعوت کو قبول کرنے میں جو شئے مانع تھی وہ ان کے ذاتی اوصاف تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ ہٹ دھرمی، تکبر، دنیاوی فوائد کی ہوس، دنیاوی زندگی کا لالچ اور موت کا خوف، حسد، تنگ نظری، آباؤ اجداد یا نسب پر فخر اور ان جیسے دوسرے امراضِ نفس جو قرآن کی رو سے انسان کو تسلیم حق اور ایمان بالآخرت سے روک دیتے ہیں۔ یہ کفار مکہ میں پائے جاتے تھے نہ صرف یہ بلکہ جونہی دعوت دین ان کی سماعتوں سے ٹکراتی ان کے ان امراض میں اور شدت آ جاتی۔ یہاں تک کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے مٹھی بھر ساتھیوں کے جانی دشمن بن گئے اور تاریخ میں ان کے کردار منفی نوعیت اختیار کر گئے۔(۱۶)

ایسے مخاطب کو تبلیغ کرنا یا نہ کرنا برابر ہے کیونکہ وہ کفر و باطل کے اندر مزید گہرائی میں تو جا سکتے ہیں البتہ اس سے ان کا نکلنا اس لیے ناممکن ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر قبولِ حق کے لیے مہر لگا دیتا ہے۔(۱۷)

کفارِ مکہ کے مظالم کے جواب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حلم کا مظاہرہ فرمایا۔ آپؐ نے لوگوں کو ہمیشہ حق قبول کرنے کی مہلت دی۔ آپؐ نے ریزے کو گوہر بنانے، ذرے کو آفتاب بنانے اور پتھر کو موم بنانے کے لیے محنت کی۔ آپؐ نے ہمیشہ کفار کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ ان کے قلوب و اذہان کے بند در وا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگی۔ آپؐ کی دعوت کی معراج یہ تھی کہ آپؐ نے کفار کے مظالم کے جواب میں ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

اس کی ایک مثال وہ دعا ہے جو آپؐ نے اہل طائف کے پرتشدد اور ہتک آمیز رویے کے جواب میں ان کے لیے فرمائی:

"اللهم إنی أشكوا اليك ضعف قوّتی وقلة حيلتی وهو انی علی الناس يا ارحم الرحمين أنت رب المستضعفين وأنت ربی الی من تكلنی الی بعيد يتجهمنی أو الی عدو ملكته امری۔ ان لم يكن بك علی غضب فلا أبالی ولكن عافيتك أوسع لی۔ أعوذ بنوروجهك الذی أشرقت له الظلمات وصلح عليه آمر الدنيا والآخرة من أن تنزلی بی غضبك او تحل علی سخطك لك العقبی حتی ترضی ولا حول ولا قوة الا بك۔"(۱۸)

''اے پروردگار میں اپنی طاقت کی کمزوری اپنی قوتِ عمل کی کمی، لوگوں کی نظروں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بار گاہ میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الرحمین تو کمزوروں کا بھی رب ہے اور میرا بھی رب ہے جو مجھے کس کے حوالے فرماتا ہے ایسے بعید کے حوالے جو ترش روئی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے۔ کیا کسی دشمن کو تو نے میری قسمت کا مالک بنا دیا ہے اگر تو مجھ پر ناراض نہ ہو تو مجھے ان تکالیف کی ذرا پروا نہیں پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نور کے ساتھ جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں

اور دنیا وآخرت کے کام سنور جاتے ہیں کہ تو نازل کرے اپنا غضب مجھ پر اور تو اتارے مجھ پر اپنی ناراضگی۔ میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے نہ قوت اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ اہل طائف کی بداعمال کی سزا دینے کے لیے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

"أرجو ان يخرج الله من اصلابهم من يعبد الله لا يشرك به شيئا۔"(۱۹)

''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آئندہ نسلوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔''

یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپؐ داعیِ اعظمؐ ہیں کسی خیر خواہ اور مخلص شخص کے لیے دعا تو ہمیشہ دل سے نکلتی ہے مگر کسی بدترین دشمن کے لیے دعائے خیر کرنا انتہائی کٹھن مرحلۂ نفس ہے۔ آپؐ کی دعوت و تبلیغ کی حکمتِ کاملہ اس سے مزین ہے۔ نفس کے امراض کے معالج کے طور پر آپؐ نے اپنی ذات پاک کو مشرکین مکہ کی فلاح و ہدایت کے لیے پیش کیا۔ ایسا عمل کوئی ماہر سے ماہر معالج نفسیات بھی نہیں کر پاتا اور نہ ہی اس ارفع نفسیاتی عمل کی حکمت کو ہر کوئی پا سکتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے مذکورہ بالا مثالیں داعی و مبلغ کے لیے نمونۂ عمل ہیں۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ﴾(۲۰)

''نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں تو بدی کو اس طریقہ سے دور کر جو بہترین ہے پھر دیکھ کہ جس کے ساتھ تیری دشمنی ہے وہ تیرا گرم جوش دوست بن جائے گا۔''

اس آیت کریمہ کی روشنی میں آپؐ کا عمل ہمیشہ برائی کے مقابلے میں نیکی کے مظاہرے پر مبنی رہا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی کے بارے میں ایک روایت یہاں بیان کی جاتی ہے:

"عن عائشة قالت ما ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قط بيده ولا امرأة ولا خادما إلا أن يجاهد فى سبيل الله وما نيل منه شىء قط فينتقم من صاحبه إلا أن ينتهك شيئا من محارم الله فينقم لله عزوجل۔"(۲۱)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو، عورت کو نہ خادم کو اپنے ہاتھ سے مارا ہاں مگر آپؐ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوا کبھی آپؐ کو کسی طرف سے کوئی تکلیف پہنچی اور آپؐ نے تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ لیا ہو۔ ہاں اگر اللہ کے محارم میں سے کسی چیز کی ہتک کی جاتی تو آپؐ یقیناً اللہ کے لیے انتقام لیتے۔''

داعی کی شخصیت میں وقار کا ہونا ایسا عنصر ہے جو اسے اس اہم فریضہ کی انجام دہی میں معاونت دیتا ہے۔ یہ نہ

صرف داعی کی شخصیت کا مظہر ہے بلکہ اس بات کا اظہار بھی ہے کہ داعی جس اہم امر کی جانب مخاطبین کی توجہ مبذول کرا رہا ہے خود بھی اس پر عمل پیرا ہے۔ دوسرے الفاظ میں داعی کی پر وقار شخصیت اس کے عالم با عمل ہونے کی بھی نشان دہی کرتی ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

" عن عائشة رضی الله عنها قالت ما رأیت النبی صلی الله علیه وسلم مستجمعا قط ضاحکا حتی أری منه لهواته إنما کان یتبسم۔"(۲۲)

''میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے گلے کے کوے نظر آنے لگیں آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔''

دنیاوی انعام یا لالچ مبلغ کے پیش نظر نہ ہونا چاہیے اور فریضۂ دعوت وتبلیغ محض اعلائے کلمۃ اللہ اور تحفظ غایاتِ اسلامی کے لیے کیا جائے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس ضمن میں درج ذیل روایت کی روشنی میں ہمارے سامنے ہے:

"عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم ارزق ال محمد قوتا۔"(۲۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو صرف اتنی روزی دے جس سے ان کے جسم کا رشتہ برقرار رہ سکے۔''

اس طرح ارشاداتِ نبویؐ کی روشنی میں داعی کے اوصافِ اعلیٰ سے بخوبی آگاہ ہوا جا سکتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر حکمت انقلابی دعوت نے قلیل عرصہ میں خطۂ عرب میں انقلابی اخلاقی تبدیلی برپا کی۔ اس میں داعی کے لیے جو اعلیٰ اوصاف اختیار کرنے کی ہدایت ملتی ہے اس میں راست گوئی اور ایفائے عہد دو اہم اوصاف ہیں۔

''رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دغا باز کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا ایک روایت میں ہے کہ وہ (جھنڈا) بلند کیا جائے گا اور اس بندے کو دیکھ کر لوگ پہچان لیں گے کہ یہ دغا باز تھا۔''۲۴

ارشاداتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں دعوت وتبلیغ کے جملہ پہلوؤں کے بارے میں مکمل رہنمائی ملتی ہے۔ جن کو مختصراً بیان کرنا مشکل امر ہے۔ یہ وہ بحر ذخار ہے جس میں ان گنت جواہر زیرے یکجا ہیں۔ آپ کی دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے خطۂ عرب کے باسیوں کے قلوب واذہان سے ظلمت دور کر کے انہیں ضوفشانی عطا کر دی۔

بقول صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کو ایمانی مرغوبات کے ذریعے مسلسل روحانی غذا فراہم کر رہے تھے۔ تعلیم کتاب وحکمت کے ذریعے ان کے نفوس کا تزکیہ فرما رہے تھے۔ نہایت دقیق اور گہری تربیت دے رہے تھے اور

روح کی بلندی، قلب کی صفائی، اخلاق کی پاکیزگی، مادیات کے غلبے سے آزادی، شہوات کی مقاومت اور رب السموت والارض کی کشش کے مقامات کی جانب ان کے نفوسِ قدسیہ کی حدی خوانی فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دلوں کی بجھتی ہوئی چنگاری کو بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل کر دیتے تھے۔ اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر نورِ زارِ ہدایت میں پہنچا رہے تھے۔ انہیں اذیتوں پر صبر کی تلقین فرماتے تھے اور شریفانہ درگزر اور ضبطِ نفس کی ہدایت دیتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کی دینی پختگی فزوں تر ہوتی گئی اور وہ شہوات سے کنارہ کشی، رضائے الٰہی کی راہ میں جانثاری، جنت کے شوق، علم کی حرص، دین کی سمجھ، نفس کے محاسبے، جذبات کو دبانے، رجحانات کو موڑنے، ہیجانات کی لہروں پر قابو پانے اور صبر و سکون اور عز و وقار کی پابندی کرنے میں انسانیت کا نادرۂ روزگار نمونہ بن گئے۔ (۲۵)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث حذیفۃ بن الیمان ۵۳۷/۶،(ح۲۲۷۹۰)، دار احیاء التراث العربی، لبنان۱۹۹۴ء۔

۲۔ مسلمؒ، صحیح، کتاب البر والصلۃ والأدب، (ح۶۵۸۲)۔

۳۔ الکہف ۱۸:۶۷-۸۲۔

۴۔ مسلم صحیح، کتاب الإیمان، باب کون النھی عن المنکر من الإیمان وان الإیمان یزید وینقص، (ح۱۷۷)۔

۵۔ شعراء۲۶:۴۔ ۶۔ البقرہ۲:۲۵۶۔

۷۔ مسلم، صحیح، کتاب الجھاد والسیر، باب فی الامر بالتیسیر وترک التنفیر، (ح۴۵۲۶)۔

۸۔ الکافرون ۱۰۹:۶۔ ۹۔ البقرۃ۲:۱۳۹۔

۱۰۔ مسلم، صحیح، کتاب الزہد، باب من یأمر ولا یفعل وینھی ولا ینتھی، (ح۷۴۸۳)۔

۱۱۔ آل عمران۳:۱۱۰۔ ۱۲۔ آل عمران۳:۱۰۴۔ ۱۳۔ النحل۱۴:۱۲۵۔

۱۴۔ ابن ہشامؒ، السیرۃ النبویۃ، ۳۵۰/۱، مکتبۃ الإیمان، لبنان، ۲۰۰۰ء۔

۱۵۔ ایضاً، ۳۵۳/۱۔ ۱۶۔ ایضاً، ۳۴۸/۱۔ ۱۷۔ البقرۃ۲:۷۔

۱۸۔ ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایۃ والنھایہ۱۳۶/۳؛ مکتبۃ المعارف، بیروت، ۱۹۶۶ء۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ حم السجدۃ، ۴۱:۳۴۔

۲۱۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، ۱۵۲/۲، ۱۵۳۔

۲۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدته صلی الله علیهوسلم للاثام و اختیاره من المباح ، سهله وانتقامه لله تعالی عند انتهاك حرماته۔

۲۳۔ بخاری، جامع صحیح، کتاب الأدب، باب التبسم والضحک، (ح۶۰۹۲)۔

۲۴۔ ایضاً، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی الله علیه وسلم والصحابة؟(ح۶۴۶۰)۔

۲۵۔ مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب تحریم الغدر، (ح۴۵۳۸)۔

۲۶۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص ۱۷۹، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ۱۹۹۶ء۔